حضرت حسنؓ وحسینؓ

کا

مختصر تعارف

مفتی محمد سرور فاروقی ندوی
(صدر جمعیت پیام امن، لکھنؤ)

مکتبہ پیام امن
ندوہ روڈ، ڈالی گنج، لکھنؤ، یوپی، الھند

جملہ حقوق محفوظ

نام	:	حضرت حسنؓ وحسینؓ کا مختصر تعارف
مصنف	:	مفتی محمد سرور فاروقی ندوی
ناشر	:	مکتبہ پیامِ امن، ندوہ روڈ، ڈالی گنج لکھنؤ
اردوایڈیشن	:	پہلی بار
تعداد کتب	:	۱۰۰۰
سال	:	۲۰۲۰ء
قیمت	:	۴۰

Writer : Mufti Mohd Sarwar Farooqui Nadwi
Book Name:Hazrat Hasan wa Husain (RA) ka Mukhtasar Tarruf
Publisher : Maktaba Payam-e-Amn, Nadwa Road,Daliganj,lucknow.
Website: www.islamicjpamn.com
E-Mail: tasneemlko2012@gmail.com, ataullah2012@gmail.com
Phone No. 9984490150, 9919042879

ملنے کے پتے

۱۔ مجلس تحقیقات ونشریات، ندوۃ العلماء، پوسٹ بکس نمبر ۱۱۹ (لکھنؤ)	05222741539
۲۔ نیوسلور بک ایجنسی، 14، محمد علی روڈ، بھنڈی بازار، ممبئی	0522-27415
۳۔ الفرقان بکڈپو، نظیرآباد ۳۱ (لکھنؤ)	9936635816
۴۔ سبحانیہ بک ڈپو، نیا محلہ، جبل پور، مدھیہ پردیش	9424708020
۵۔ ستیہ فاؤنڈیشن 5 182-A گرین لینڈ کیمپس، پوکھرپور، کانپور	9935044343
۶۔ مکتبہ شباب جدید، ندوہ روڈ، لکھنؤ	9198621671
۷۔ مکتبہ شاہ ولی اللہ جامع مسجد، دیوبند	8439650526

فہرست

پیش لفظ ۶
مقدمہ ۸
حضرت حسنؓ کا تعاف ۱۰
پیدائش ۱۰
رسول کریم ﷺ کی محبت وشفقت ۱۰
حضرت ابوبکر صدیقؓ کی شفقت ۱۱
حضرت عمر فاروقؓ کی شفقت ۱۱
حضرت عثمان غنیؓ کی شفقت ۱۱
جنگ جمل سے حضرت علیؓ کو روکنا ۱۲
حضرت علیؓ کی شہادت ۱۳
حضرت حسنؓ کی بیعت خلافت ۱۳
حضرت حسنؓ کی خلافت کے بعد پہلی تقریر ۱۴
خلافت سے دستبرداری ۱۴
دستبرداری کے بعد ۱۵
حضرت حسنؓ کا مجمع عام میں دستبرداری کا اعلان ۱۷
حضرت حسنؓ کی تقریر ۱۷
مدینہ واپسی ۱۸
حضرت معاویہؓ اور قیس ابن سعد میں صلح ۱۸
آپ کی وفات ۱۹
جنازہ پر جھگڑا ۲۰
حضرت حسنؓ کا حلیہ مبارک ۲۱
ازدواج کی کثرت ۲۱
بیویوں سے سلوک ۲۱
حضرت حسنؓ کی اولادیں ۲۲

حضرت حسنؓ کا ذریعہ معاش ۲۲
حضرت حسنؓ کے فضائل ۲۳
آپ کے ذریعہ روایتوں کی تعدا ۲۳
آپ کی خطابت ۲۳
شاعری کا ذوق ۲۴
حکیمانہ اقوال ۲۵
حضرت حسنؓ کے اخلاق وعادات ۲۶
حضرت حسنؓ کی استغناء وبے نیازی ۲۶
خلافت کو چھوڑنے کی وجہ ۲۷
امتیازی فضائل ۲۸
حضرت حسین بن علیؓ کا تعارف ۲۹
پیدائش ۲۹
حضرت حسینؓ عہد نبوی ﷺ میں ۳۰
حضرت حسینؓ عہد صدیقی میں ۳۰
حضرت حسینؓ عہد فاروقی میں ۳۱
حضرت حسینؓ کا مرتبہ عہد عثمانی میں ۳۲
جنگ جمل وصفین میں حصہ ۳۲
حضرت علیؓ کی شہادت ۳۲
عہد معاویہؓ کے عہد میں ۳۳
حضرت امیر معاویہؓ اور حضرت حسینؓ ۳۳
حضرت حسینؓ کے اوصاف ۳۴
احادیث نبوی ﷺ ۳۴
فقہ وفتاویٰ کی خصوصیات ۳۵
آپ کے خطاب کی صفات ۳۶
آپ کے حکیمانہ مقولے ۳۶

آپ کی عبادات ۳۶
آپ کی فیاضی ۳۷
آپ کا تواضع ۳۸
ذاتی حالات اور ذریعہ معاش ۳۹
آپ کا حلیہ مبارک ۳۹
حضرت حسینؓ کی ازواج واولاد ۴۰

❁❁❁

پیش لفظ

حضرت مولانا سعید الرحمٰن اعظمی ندوی دامت برکاتہم
مہتمم: دار العلوم ندوۃ العلماء ومدیر: البعث الاسلامی ندوۃ العلماء لکھنؤ، الہند

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لله رب العالمین، والصلاة والسلام على سید الأنبیاء والمرسلین محمد وعلى آله وأصحابه ومن تبعهم باحسان الى یوم الدین، أما بعد:

دعوت دین امت کے ذمہ ایک اہم فریضہ ہے، یہ امت چونکہ تمام امتوں میں بہترین امت ہے، اس کی بہتری کی وجہ بھی اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بتادی ہے کہ یہ پوری انسانیت کی رہنمائی اور ہدایت کے لیے برپا کی گئی ہے، اس امت کے داعی اولی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ اور ان کے ذریعہ تیار کردہ نسل نے پوری انسانی برادری کی فکر کی، یہی وجہ ہے کہ بہت کم مدت میں وہ دنیا کے اطراف واکناف پر چھا گئے اور لاکھوں انسانوں کی ہدایت کا سبب بنے، اللہ تعالیٰ نے ان کے عمل کو اس طرح قبول کیا کہ قیامت کے لئے ان کو نمونہ بنادیا۔

صحابۂ کرامؓ کے بعد تابعین، تبع تابعین اور ان کے بعد آنے والی نسلیں بھی اسی فکر کے ساتھ اقوام عالم کے درمیان آتی رہیں اور معاشرہ کے متنوع عناصر کی ہدایت کا ذریعہ بنیں، یہی وجہ ہے کہ یہ دین آج ہم تک پہونچا اور ہم اس کی تعلیمات سے واقف ہوکر اللہ تعالیٰ کی مرضیات کے مطابق کسی حد تک اپنے فرائض انجام دے رہے ہیں۔

دین کے پہونچانے کے لئے ہر زمانہ اور ہر دور میں نئے نئے طریقہ اختیار کئے جاتے رہے، بنیادی طور پر زبان اور قلم کو استعمال کرکے اس فریضہ کو انجام دیا جاتا رہا، زبان کے ذریعہ جو باتیں بیان کی جاتی ہیں وہ وقتی اور فوری طور پر اثر انداز ہوتی ہیں، لیکن اس سے دوسرے افراد جو وہاں موجود نہیں ہیں، محروم رہتے ہیں، لیکن قلم کے ذریعہ جو باتیں کاغذ پر لکھ

دی جاتی ہیں اور کتابوں میں محفوظ کر دی جاتی ہیں ان سے برسوں استفادہ کیا جا سکتا ہے اور بحمد اللہ تاریخ اسلام کا پورا ذخیرہ اس کا شاہد عدل ہے۔

مقام مسرت ہے کہ مولانا مفتی محمد سرور فاروقی ندوی (صدر جمعیت پیام امن لکھنؤ) ایک عرصہ سے دعوت واصلاح کے میدان میں قابل ذکر کام انجام دے رہے ہیں، وہ لسانی اور قلمی جہاد کر رہے ہیں، جس پر وہ پوری ندوی برادری ہی نہیں، بلکہ طبقہ علماء کی طرف سے مبارک باد کے مستحق ہیں، دعوت میں بنیادی چیز لسان قوم میں مہارت ہے، مفتی صاحب ہندوستان کی مروجہ زبان ہندی کے اچاریہ (عالم) ہیں، انہوں نے ہندی زبان میں اسلامیات کا ایک کتب خانہ تیار کر دیا ہے اور اہم بات یہ ہے کہ تفسیر فاروقی کے نام سے سات جلدوں میں ہندی زبان میں وقیع تفسیر اور اردو زبان میں ''معانی القرآن الکریم لفظی رواں ترجمہ ومختصر تفسیر'' کے عنوان سے بھی لکھی ہے جس کی ہر طرف پذیرائی ہے، ادھر چند مہینوں میں انہوں نے قرآن کے ہندی لفظی ترجمہ کا کام کیا ہے، جو طباعت کے لئے تیار ہے، اسی طرح انہوں نے اس وقت اور کئی کتابیں تیار کی ہیں جس میں ''حضرت حسنؓ وحسینؓ کا مختصر تعارف'' بھی ہے۔ جو عوام وخواص کے لئے بہت مفید ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مفتی محمد سرور فاروقی ندوی کو مزید ہمت وحوصلہ دیں، تاکہ ان کے ذریعہ لسانی اور قلمی جہاد کا یہ سلسلہ جاری رہے اور ان کا فیض جو در اصل ندوۃ العلماء کا فیض ہے جاری وساری رہے۔ وما ذلک علی اللہ بعزیز۔

راقم الحروف

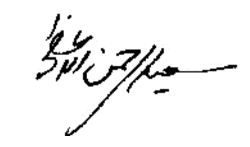

سعید الرحمٰن اعظمی ندوی
ندوۃ العلماء، لکھنؤ

۸؍شوال ۱۴۴۱ھ
۲؍جون ۲۰۲۰ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

الحمدللہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ الکریم

حضرت حسنینؓ کی ذات گرامی مجمع الفضائل تھی، لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غیر معمولی محبت وشفقت آپ کی فضیلت کے لئے کافی ہے، کتب احادیث وسیر کے ابواب الفضائل ان دونوں کے فضائل سے بھرے ہوئے ہیں، چونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دونوں بھائیوں کے ساتھ یکساں محبت تھی، اس لئے بعض امتیازی اور انفرادی فضائل کے علاوہ عموماً دونوں کے فضائل اس طرح مشترک ہیں کہ ان دونوں کا جدا کر کے لکھنا مشکل ہے، اس کتاب میں دونوں کے فضائل لکھ دئے گئے ہیں۔

رسول کریم وکو اپنے تمام اہل بیت میں حضرت حسنینؓ سے بہت زیادہ محبت تھی حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے کہ اہل بیت میں مجھ کو حسنؓ اور حسینؓ سب سے زیادہ محبوب ہیں۔ (ترمذی فضائل حسنؓ وحسینؓ)

آپ خدا سے بھی اپنے ان محبوبوںؓ کے ساتھ محبت کرنے کی دعا فرماتے تھے حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ قینقاع کے بازار سے لوٹا تو آپ فاطمہ کے گھر تشریف لے گئے اور پوچھا، بچے کہاں ہیں؟ تھوڑی دیر میں دونوں دوڑتے ہوئے آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے چمٹ گئے، آپ نے فرمایا: یا اللہ میں ان کو محبوب رکھتا ہوں اس لئے تو بھی انہیں محبوب رکھ اور ان کے محبوب رکھنے والے کو بھی محبوب رکھ۔ (مسلم کتاب الفضائل باب فضائل الحسن والحسین)

اسی طرح جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھتے اور رکوع میں جاتے تو دونوں کھیلتے کھیلتے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ٹانگوں کے اندر گھس جاتے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دونوں کو نکلنے کے لئے ٹا

نگیں پھیلا کر راستہ بنا دیتے۔اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب سجدہ میں ہوتے تو دونوں پشت مبارک پر بیٹھ جاتے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت تک سجدہ سے سر نہ اٹھاتے، جب تک دونوں خود سے نہ اتر جاتے۔

اس طرح آپ دونوں سے رسول اللہ بے انتہا محبت فرماتے اور دعائیں دیتے اس لئے پوری امت پر آپ کے بے انتہا احسانات ہیں اس لئے آپ دونوں سے محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کی علامت ہے۔

اس کتاب کے ذریعہ ان دونوں حضرات کا تعارف ہندی داں طبقے کو کرانا مقصود ہے اسلئے کہ ہندی داں طبقے کے لئے بہت کم مستند کتابیں موجود ہیں اسی لئے اس کی زیادہ تر عبارت سیر الصحابہ جلد چہارم مولانا معین الدین ندوی مرحوم کی کتاب سے اخذ کی گئی ہے جسے فی الحال اردو زبان میں شائع کیا جارہا ہے لیکن بعد میں اسے ہندی زبان میں ہی شائع کرنے کا ارادہ ہے۔اللہ تعالیٰ امت کو استفادہ کی توفیق نصیب فرمائے آخر میں ہم جناب سلمان دامودی صاحب کے شکر گذار ہیں جو برابر ہمت افزائی فرماتے رہتے ہیں اللہ تعالیٰ اپنے شان کے مطابق اجر عظیم عطا فرمائے اور امت کو صحیح عقیدہ کے مطابق صحابۂ اکرام کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے فرمائے۔والسلام

محمد سرور فاروقی ندوی

دار العلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ

۲۲/۵/۲۰۲۰ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت حسنؓ کا تعارف

آپ کا نام حسن تھا اور ابو محمد کنیت تھی اور شبیہ رسول لقب تھا اور نسبی شجرۂ طیبہ اس طرح ہے، ابو محمد حسن بن علی بن ابی طالب بن عبد المطلب قرشی مطلبی تھا اور آپ کی والدہ ماجدہ سیدہ بتول فاطمہ زہراؓ تھیں اور آپ کے والد حضرت، علی مرتضیٰؓ تھے، اس لحاظ سے آپ بڑے شرف کے حامل تھے۔

پیدائش

ہجرت کے تیسرے سال رمضان المبارک کے مہینے میں آپ کی پیدائش ہوئی۔رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ولادت باسعادت کی خبر ہوئی۔تو حضرت فاطمہؓ کے گھر تشریف لائے اور فرمایا میرے بچے کو دکھاؤ۔کیا نام رکھا گیا، عرض کیا گیا۔حرب، فرمایا نہیں، اس کا نام حسنؓ ہے، پیدائش کے ساتویں دن عقیقہ کیا۔اور دو مینڈھوں کی قربانی کر کے سر کے بال اتروائے۔اور اس کے وزن کے برابر چاندی خیرات کی۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت وشفقت

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت حسنؓ کے ساتھ جو غیر معمولی محبت تھی۔وہ کم خوش قسمتوں کے حصہ میں آئی ہوگی۔آپ نے بڑے ناز ونعم سے ان کی پرورش فرمائی، کبھی آغوش شفقت میں لیے ہوئے نکلتے، کبھی دوش مبارک پر سوار کئے ہوئے برآمد ہوتے ان کی ادنی سی تکلیف پر بے قرار ہوجاتے، بغیر حسنؓ کو دیکھے ہوئے نہ رہا جاتا تھا، ان کو دیکھنے کے لئے روزانہ فاطمہ زہراؓ کے گھر تشریف لے جاتے تھے۔

حضرت حسنؓ اور حسینؓ بھی آپ سے بیحد مانوس ہو گئے تھے، کبھی نماز کی حالت میں پشت مبارک پر چڑھ کے بیٹھ جاتے تھے۔ کبھی رکوع میں ٹانگوں کے درمیان گھس جاتے کبھی ریش مبارک سے کھیلتے، غرض طرح طرح کی شوخیاں کرتے، جاں نثار نانا نہایت پیار اور محبت سے ان طفلانہ شوخیوں کو برداشت کرتے اور کبھی تادیباً بھی نہ جھڑکتے، بلکہ ہنس دیا کرتے تھے۔ ابھی حضرت حسنؓ آٹھ ہی سال کے تھے کہ یہ بابرکت سایہ سر سے اٹھ گیا۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کی شفقت

جب حضرت ابوبکرؓ مسند نشین خلافت ہوئے، تو آپ بھی ذات نبویؐ کے تعلق کی وجہ سے حضرت حسنؓ کے ساتھ بڑی محبت فرماتے تھے، ایک مرتبہ حضرت ابوبکرؓ عصر کی نماز پڑھ کر نکلے، حضرت علیؓ بھی ساتھ تھے۔ راستہ میں حضرت حسنؓ کھیل رہے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ نے اٹھا کر کندھے پر بٹھالیا، اور فرمانے لگے۔ قسم ہے یہ نبیؐ کے مشابہ ہے۔ علیؓ کے مشابہ نہیں ہے حضرت علیؓ یہ سنکر ہنسنے لگے۔ (بخاری کتاب المناقب الحسنؓ والحسینؓ)

حضرت عمر فاروقؓ کی شفقت

حضرت عمر فاروقؓ نے بھی اپنے زمانہ میں دونوں بھائیوں کے ساتھ ایسا ہی محبت آمیز برتاؤ رکھا۔ چنانچہ جب آپ نے کبار صحابہؓ کے وظائف مقرر کئے۔ تو گو حضرت حسنؓ اس صف میں نہ آتے تھے۔ لیکن آپ کا بھی پانچ ہزار ماہانہ مقرر فرما دیا۔

(فتوح البلدان بلاذری ذکر عطا عمرؓ بن الخطاب)

حضرت عثمان غنیؓ کی شفقت

حضرت عثمانؓ نے بھی اپنے زمانہ میں ایسا ہی شفقت آمیز طرز عمل رکھا صدیقی اور فاروقی دور میں حضرت حسنؓ اپنی کمسنی کے باعث کسی کام میں حصہ نہ لے سکتے تھے۔ حضرت عثمانؓ کے عہد میں پورے جوان ہو چکے تھے۔ چنانچہ اسی زمانہ سے آپ کی عملی زندگی کا آغاز ہوتا ہے۔ اس سلسلہ میں سب سے اول طبرستان کی فوج کشی میں مجاہدانہ

شریک ہوئے، یہ فوج کشی سعید ابن العاص کی ماتحتی میں ہوئی تھی۔

(ابن اثیر ج ۳ ص ۸۴ طبع یورپ)

اس کے بعد جب حضرت عثمانؓ کی خلافت کا فتنہ اٹھا، اور باغیوں نے قصر خلافت کا محاصرہ کرلیا۔ تو حضرت حسنؓ نے اپنے والد بزرگوار کو یہ مفید مشورہ دیا کہ آپ محاصرہ اٹھنے تک کے لئے مدینہ سے باہر چلے جایئے۔ کیونکہ اگر آپ کی موجودگی میں حضرت عثمان شہید کردیئے گئے تو لوگ آپ کو مطعون کریں گے اور ان کی شہادت کا ذمہ دار ٹھہرائیں گے۔ لیکن باغی حضرت علیؓ کی نقل وحرکت کی برابر نگرانی کررہے تھے۔ اس لیے حضرت علیؓ اس مفید مشورہ پر عمل پیرا نہ ہوسکے۔ (ابن اثیر ج ۳ ص ۱۸۱)

البتہ حضرت حسنؓ کو حضرت عثمانؓ کی حفاظت کے لئے بھیج دیا۔ چنانچہ انہوں نے اور ان کے دوسرے ساتھیوں نے اس خطرہ کی حالت میں نہایت شجاعت وبہادری کے ساتھ حملہ آوروں کی مدافعت کی۔ اور باغیوں کو اندر گھسنے سے روکے رکھا۔ اس مدافعت میں خود بھی بہت زخمی ہوئے۔ سارا بدن خون سے رنگین ہوگیا۔ لیکن حفاظت کی یہ تمام تدبیریں ناکام ثابت ہوئیں، اور باغی چھت پر چڑھ کر اندر گھس گئے اور حضرت عثمانؓ کو شہید کردیا حضرت علیؓ کو شہادت کی خبر ہوئی تو آپ نے جوش غضب میں حضرت حسنؓ کو طمانچہ مارا کہ تم نے کیسی حفاظت کی کہ باغیوں نے اندر گھس کر عثمانؓ کو شہید کرڈالا۔ (تاریخ الخلفاء سیوطی ص ۱۵۹)

حضرت علیؓ نے فرمایا کہ خلیفہ کا انتخاب صرف مہاجرین وانصار کا حق ہے، جب وہ کسی کو خلیفہ تسلیم کرلیں۔ تو پھر تمام ممالک اسلامیہ پر اس کی اطاعت واجب ہوجاتی ہے۔ بیعت کے لئے تمام دنیا کے مسلمانوں کے مشورہ کی شرط نہیں ہے اور خلافت قبول کرلی۔

(اخبار الطوال ص ۱۵۵)

جنگ جمل سے حضرت علیؓ کو روکنا

حضرت علیؓ کی بیعت کے بعد حضرت عائشہؓ طلحہ اور زبیر رضوان اللہ علیہم حضرت عثمانؓ کے قصاص میں ان کے قاتلوں سے بدلہ لینے کے لئے نکلے تو پھر حضرت حسنؓ نے

حضرت علیؓ کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ مدینہ لوٹ چلئے اور کچھ دنوں کے لئے خانہ نشین ہوجایئے لیکن حضرت علیؓ کی رائے میں ان حالات میں مدینہ لوٹنا اور خانہ نشین ہوجانا۔امت کے ساتھ فریب تھا۔اوراس سے امت اسلامیہ میں مزید افتراق وانشقاق کا اندیشہ تھا۔اس لئے واپس نہ ہوئے۔(ایضاًص۱۵۵)

حضرت علیؓ کی شہادت

خلافت کے پانچویں سال ابن ملجم نے حضرت علیؓ پر قاتلانہ حملہ کیا۔زخم کاری لگا۔اس لئے نقل وحرکت سے معذور ہوگئے۔چنانچہ جمعہ کی امامت حضرت حسنؓ کو تفویض فرمائی۔اس جمعہ میں آپ نے درج ذیل کا خطبہ دیا۔

خدانے جس نبی کو مبعوث کیا۔اس کو ایک ذات،ایک قبیلہ اور ایک گھر عنایت فرمایا اس ذات کی قسم جس نے محمد ﷺ کو مبعوث کیا۔جو شخص ہم اہل بیت کا کوئی حق تلف کرے گا۔خدا اس حق کے بقدر اس شخص کا حق گھٹا دے گا۔(طبری)

حضرت علیؓ کا زخم نہایت گہرا تھا۔جب بچنے کی کوئی امید باقی نہ رہی تو بعض لوگوں نے آپ سے حضرت حسنؓ کی آئندہ جانشینی اور خلافت کے بارے میں سوال کیا آپ نے فرمایا ''نہ میں حکم دیتا ہوں اور نہ روکتا ہوں۔''(مسعودی ج۳ص۳۶۳)

زخمی ہونے کے تیسرے دن حضرت علیؓ جنت الفردوس کو رخصت ہوگئے حضرت حسینؓ اور جعفرؓ نے غسل دیا۔حضرت حسنؓ نے نماز جنازہ پڑھائی۔اور نماز فجر سے قبل آپ کا جسد خاکی مقام رحبہ میں جامع مسجد سے متصل سپرد خاک کیا گیا۔

حضرت حسنؓ کی بیعت خلافت

حضرت علیؓ کی وفات کے بعد امیر معاویہ کے مقبوضہ علاقہ کے علاوہ باقی سارے ملک کی نظریں حضرت حسنؓ کی طرف تھیں چنانچہ والد بزرگوار کی تدفین سے فراغت کے بعد آپ جامع مسجد تشریف لائے،مسلمانوں نے بیعت کے لئے ہاتھ بڑھائے،آپ نے ان

سے بیعت لی اور بیعت کے بعد حسب ذیل تقریر ارشاد فرمائی۔

حضرت حسنؓ کی خلافت کے بعد پہلی تقریر

لوگو! کل تم سے ایک ایسا شخص بچھڑا ہے کہ نہ اگلے اس سے بڑھ سکے اور نہ پچھلے اس کو پاسکیں گے۔رسول اللہ ﷺ اس کو اپنا علم مرحمت فرما کر لڑائیوں میں بھیجتے تھے وہ کبھی کسی جنگ سے ناکام نہیں لوٹا۔میکائیلؑ اور جبرئیلؑ اس کے جلو میں ہوتے تھے اس نے سات سو درہم کے سوا جو اس کی مقررہ تنخواہ سے بچ گئے تھے۔سونے چاندی کا کوئی ذرہ نہیں چھوڑا ہے یہ درہم بھی ایک خادم خریدنے کے لیے جمع کئے تھے۔

(ابن سعد جز۳ق اول ذکر علیؓ،حاکم نے مستدرک میں بھی اس کو خفیف تغیر کے ساتھ نقل کیا ہے)

اس بیعت اور تقریر کے بعد آپ مسند خلافت پر جلوہ افروز ہوئے۔

خلافت سے دستبرداری

آپ کے مدائن چلے آنے کے بعد عبداللہ بن عامر کو موقع مل گیا،اس نے بڑھ کر مدائن میں گھیر لیا حضرت حسنؓ پہلے ہی سے امیر معاویہؓ سے صلح کرنے پر آمادہ تھے اپنے ساتھیوں کی بزدلی اور کمزوری کا تجربہ کرنے کے بعد جنگ کا خیال بالکل ترک کردیا اور چند شرائط پر حضرت امیر معایہؓ کے حق میں خلافت سے دستبرداری کا فیصلہ کرلیا۔اور یہ شرائط عبداللہ بن عامر کے ذریعہ سے حضرت امیر معاویہؓ کے پاس بھجوادی۔جو حسب ذیل ہیں۔

(۱) کوئی عراقی محض بغض وکینہ کی وجہ سے نہ پکڑا جائے گا۔(۲) بلا استثنا سب کو امان دی جائے گی۔(۳) عراقیوں کے ہفوات کو انگیز کیا جائے گا۔(۴) یہ ہواز کا کل خراج حسنؓ کے لئے مخصوص کردیا جائے گا۔(۵) حسینؓ کو دولاکھ سالانہ علیحدہ دیا جائے گا۔(۶) بنی ہاشم کو صلات وعطایا میں بنی عبدشمس (بنی امیہ) پر ترجیح دی جائے گی۔

عبداللہ بن عامر نے یہ شرائط حضرت امیر معاویہؓ کے پاس بھجوادیئے۔انہوں نے بلاکسی ترمیم کے یہ تمام شرطیں منظور کرلیں۔اور اپنے قلم سے ان کی منظوری لکھ کر اپنی مہر ثبت

کر کے معززین و عمائد کی شہادتیں لکھوا کر حضرت حسنؓ کے پاس بھجوا دیا۔

(یہ تمام حالات اخبار الطوال دینوری ۲۳۰ تا ۲۳۲ سے ماخوذ ہیں، ابن اثیر کا بیان اس سے کسی قدر مختلف ہے اس روایت کے مطابق صورت واقعہ یہ ہے کہ جس وقت امام حسنؓ نے اپنے شرائط امیر معاویہؓ کے سامنے پیش کرنے کے لئے بھیجے تھے۔ اسی دوران میں امیر معاویہؓ نے بھی ایک سادہ کاغذ پر مہر لگا کر حضرت حسنؓ کے پاس بھیجا تھا کہ اس پر وہ جو شرائط چاہیں تحریر کر دیں سب منظور کر لی جائیں گی۔ اس کاغذ کے بھیجنے کے بعد امیر معاویہؓ کے پاس حضرت حسنؓ کے شرائط والا کاغذ پہنچا۔ امیر معاویہ نے اس کو روکے رکھا حضرت حسنؓ کو جب امیر معاویہؓ کا مہر کردہ سادہ کاغذ ملا تو انہوں نے اس میں بہت سی ایسی شرطیں جو پہلے مطالبہ میں نہ تھیں بڑھا دیں لیکن امیر معاویہؓ نے انہیں تسلیم نہیں کیا۔ اور صرف انہی شرائط کو مانا جسے حضرت حسنؓ پہلے بھیج چکے تھے (ابن اثیر ج ۳ ص ۳۴۲)

دستبرداری کے بعد

دستبرداری کے بعد حضرت حسنؓ نے قیس بن سعد انصاری کو جو مقدمۃ الجیش کے ساتھ شامیوں کے مقابلہ پر مامور تھے۔ اس کی اطلاع دی اور جملہ امور حضرت امیر معاویہؓ کے حوالہ کر کے مدائن چلے آنے کا حکم دیا۔ قیس کو یہ فرمان ملا تو انہوں نے فوج کو پڑھ کر سنایا اور کہا کہ اس کے بعد ہمارے لئے صرف دو صورتیں ہیں، یا تو بلا امام کے جنگ جاری رکھیں یا معاویہ کی اطاعت قبول کر لیں، ان کے دستہ میں بھی کچھ کمزور لوگ موجود تھے، جنہوں نے امیر معاویہؓ کی اطاعت قبول کر لی۔ اور قیس حضرت حسنؓ کے حکم کے مطابق آپ کے پاس مدائن چلے آئے اور ان کے مدائن آنے کے بعد حضرت حسنؓ کوفہ تشریف لے گئے، امیر معاویہؓ یہاں آ کر آپ سے ملے اور دونوں میں صلح نامہ کے شرائط کی زبانی بھی تصدیق و توثیق ہو گئی۔ (اخبار الطوال ص ۲۳۲)

اوپر جو شرطیں اخبار الطوال سے نقل کی گئیں ہیں۔ ان کے علاوہ عام طور پر ایک شرط بہت مشہور ہے کہ "امیر معاویہؓ کے بعد حسنؓ خلیفہ ہوں گے" لیکن یہ شرط مروج الذہب مسعودی اخبار الطوال دینوری، یعقوبی، طبری اور ابن اثیر وغیرہ کسی میں بھی نہیں ہے۔ البتہ علامہ ابن عبدالبر نے استیعاب میں لکھا ہے کہ علما کا یہ بیان ہے کہ حسنؓ صرف معاویہؓ کی زندگی ہی تک کے لئے ان کے حق میں دست بردار ہوئے تھے۔ (استیعاب تذکرہ تذکرہ امام حسنؓ)

لیکن ابن عبدالبر کا یہ بیان خود محل نظر ہے اس لئے کہ جو واقعہ کسی مستند تاریخ میں نہیں ملتا۔ اس کو علما کا بیان کیسے کہا جا سکتا ہے ممکن ہے۔ ان کے عہد کے علماء کی رائے رہی ہو۔ لیکن

تاریخوں سے اس کی تصدیق نہیں ہوتی۔ خود طبری نے بھی جو اپنی تاریخ میں ہر قسم کی رطب و یابس روایتیں نقل کر دیتا ہے اس شرط کا کوئی ذکر نہیں کیا ہے اور آئندہ واقعات سے بھی اس کی تائید نہیں ہوتی اس شرط کے نہ ہونے کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ حضرت حسنؓ کی وفات کے بعد جب امیر معاویہؓ یزید کی بیعت لینے کے لئے مدینہ گئے، اور ابن زبیرؓ۔ حسینؓ اور عبدالرحمن بن ابی بکرؓ وغیرہ کے سامنے یہ مسئلہ پیش کیا، تو ان بزرگوں نے اس کے خلاف ہر طرح کے دلائل دیئے ابن زبیرؓ نے کہا کہ یہ طریقہ خلفائے راشدینؓ کے انتخابی طریقہ کے خلاف ہے۔ اس لئے ہم اسے منظور نہیں کر سکتے۔ عبدالرحمن بن ابی بکرؓ نے کہا یہ قیصر و کسریٰ کی سنت ہے۔ لیکن کسی نے بھی یہ دلیل نہیں دی کہ حسنؓ صرف تمہارے حق میں دست بردار ہوئے تھے۔ اس لئے یزید کو ولی عہد نہیں بنایا جا سکتا۔

ظاہر ہے کہ اگر ان بزرگوں کو اس قسم کی شرط کا علم ہوتا تو وہ دوسرے دلائل کے ساتھ اسے بھی یزید کی ولی عہدی کی مخالفت میں ضرور پیش کرتے، پھر امیر معاویہؓ کی وفات کے بعد جب حضرت حسینؓ یزید کے مقابلہ میں کھڑے ہوئے تو آپ نے اپنے دعویٰ کی تائید اور یزید کی مخالفت میں بہت سی تقریریں کیں۔ اور ان تقریروں میں یزید کی مخالفت کے اسباب بیان کیے۔ لیکن کسی تقریر میں بھی آپ نے یہ دعویٰ نہیں فرمایا کہ چونکہ میرے بھائی حسنؓ صرف امیرؓ کے حق میں دستبردار ہوئے تھے۔ اور وہ امیر معاویہؓ کی زندگی میں وفات پا چکے تھے۔ اس لئے اصول توارث کی رو سے ان کی جانشینی کا حق مجھے یا حسنؓ کی اولاد کو پہنچتا ہے۔

حالانکہ یزید کی حکومت کے خلاف دلائل میں یہ بڑی قوی دلیل تھی۔ لیکن حضرت حسینؓ نے اس کی طرف اشارہ بھی نہیں فرمایا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ ہی سرے سے غلط ہے۔ باقی رہا یہ سوال کہ پھر بعض ارباب سیر نے اسے کیوں نقل کیا ہے، اس کا جواب ان لوگوں کے لئے بہت آسان ہے۔ جو بنی امیہ اور بنی ہاشم کی اختلافی تاریخ پر نظر رکھتے ہیں کہ ان میں سے ہر ایک حامی دوسرے کے متعلق ایسی روایتیں گھڑ دیتے ہیں، جس سے دوسرے کے دامن پر کوئی دھبہ آتا ہو۔

● اس میں کوئی شک نہیں کہ امیر معاویہؓ نے حضرت علیؓ کے خلاف صف آرا ہو کر اور پھر اپنے بعد یزید کو ولیعہد بنا کر اسلامی خلافت ختم کر کے تاریخ اسلام میں جدت قائم کی ۔لیکن اس کو محض اس کی حد تک محدود رکھنا چاہئے تھا مگران کے مخالفوں نے اس پر بس نہیں کیا۔ بلکہ ان کے خلاف ہر طرح کے بہتان تراش کر تاریخوں میں شامل کر دیئے۔ اوپر کی شرط بھی اسی بہتان کی ایک کڑی ہے ہمارے نزدیک اس شرط کی ایزاد سے امیر معاویہؓ کے اشارہ سے حضرت حسنؓ کو زہر دینے والی روایت کی توثیق مقصود ہے جس کا ذکر آئندہ آئے گا۔ اس لئے کہ جب بطور مقدمہ کے اسے تسلیم کر لیا جائے کہ حسنؓ کو صرف معاویہؓ کی زندگی تک کے لئے خلافت سے دستبردار ہوئے تھے۔ اور امیر معاویہؓ اپنے خاندان میں حکومت چاہتے تھے ۔تو پھر ان دونوں مقدمات سے یہ کھلا ہوا نتیجہ نکل آتا ہے کہ گویا حسنؓ کو امیر معاویہؓ ہی نے زہر دلوایا تھا اور یہ ایسا مکروہ الزام ہے۔ جس سے امیر معاویہؓ کی اخلاقی تصویر نہایت بدنما ہو جاتی ہے۔ اور وہ ہمیشہ کے لئے مورد طعن بن جاتے ہیں۔ حضرت حسنؓ کے اسباب وفات پر انشاء اللہ امیر معاویہؓ کے حالات میں تفصیل سے بحث کی جائے گی۔

حضرت حسن کا مجمع عام میں دستبرداری کا اعلان

حضرت حسنؓ اور امیر معاویہؓ کے مصالحت کے بعد عمرو بن العاصؓ نے جو امیر معاویہؓ کے ہمراہ تھے۔ ان سے کہا کہ مناسب یہ ہے کہ مجمع عام میں حسنؓ سے دستبرداری کا اعلان کرادو، تا کہ لوگ خود ان کی زبان سے اس کو سن لیں۔ مگر امیر معاویہؓ مزید حجت مناسب نہ سمجھتے تھے اس لئے پہلے اس پر آمادہ نہ ہوئے، مگر جب عمرو بن العاصؓ نے بہت زیادہ اصرار کیا تو، انہوں نے حضرت حسنؓ سے درخواست کی کہ وہ بر سر عام دستبرداری کا اعلان کر دیں ۔امیر معاویہؓ کی اس فرمائش پر حضرت حسنؓ نے مجمع عام میں حسب ذیل تقریر فرمائی۔

حضرت حسن کی تقریر

امابعد۔ ”لوگو خدا نے ہمارے اگلوں سے تمہاری ہدایت اور پچھلوں سے تمہاری

خونریزی کرائی دانائیوں میں بہترین دانائی تقویٰ اور کمزوریوں میں سب سے بڑی کمزوری بداعمالیاں ہیں۔ یہ امر (خلافت) جو ہمارے اور معاویہؓ کے درمیان متنازعہ فیہ ہے۔ یا وہ اس کے حقدار ہیں۔ یا میں دونوں صورتوں میں محمد ﷺ کی امت کی اصلاح اور تم لوگوں کی خونریزی سے بچنے کے لئے میں اس سے دستبردار ہوتا ہو پھر معاویہؓ کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا۔ یہ خلافت تمہارے لئے فتنہ اور چند روزہ سرمایہ ہے۔ یہ سن کر امیر معاویہؓ نے کہا بس کیجئے۔ اس قدر کافی ہے اور عمرو بن العاصؓ سے کہا تم مجھے یہی سنوانا چاہتے تھے“۔

(اسد الغابہ ج ۲ ص ۱۴ و استیعاب ج ا ص ۱۴۴)

مدینہ واپسی

اس دست برداری کے بعد حضرت حسنؓ اپنے اہل وعیال کو لے کر مدینۃ الرسول چلے گئے۔ اس طرح رسول کریم ﷺ کی یہ پیشین گوئی پوری ہوگئی۔ کہ میرا یہ بیٹا سید ہے خدا اس کے ذریعہ مسلمانوں کے دو بڑے فرقوں میں صلح کرائے گا۔

باختلاف روایت آپ کی مدت خلافت ساڑھے پانچ مہینہ یا چھ مہینہ سے کچھ زیادہ یا سات مہینہ سے کچھ زیادہ تھی۔ آپ کی بیعت خلافت کی تاریخ تو متعین ہے مگر دستبرداری کی تاریخ میں بڑا اختلاف ہے۔ بعض ربیع الاول ۴۱ھ بعض ربیع الثانی اور بعض جمادی الاول بتاتے ہیں۔ اسی اعتبار سے مدت خلافت میں بھی اختلاف ہو گیا ہے۔

حضرت معاویہ اور قیس ابن سعد میں صلح

حضرت حسنؓ کی دستبرداری سے آپ کے خاص حامیوں اور حضرت علیؓ کے فدائیوں کو بڑا صدمہ پہنچا۔ اس میں شک نہیں کہ حضرت حسنؓ کے کچھ آدمیوں نے جن پر شامیوں کا مخفی جادو چل گیا تھا کمزوری دکھائی تھی۔ لیکن ان کے علاوہ ہزاروں فدایان علیؓ اس وقت بھی سر بکف جان دینے کے لئے آمادہ تھے ”خود قیس بن سعد جو حضرت حسنؓ کے مقدمۃ الجیش کے کماندار تھے ۔حضرت حسنؓ کے حکم پر حضرت معاویہؓ کا مقابلہ چھوڑ کر مدائن تو چلے آئے تھے۔ لیکن دستبرداری

کے بعد کسی طرح امیر معاویہؓ کی خلافت تسلیم کرنے پر تیار نہ ہوئے تھے اور ان سے مقابلہ کرنے کے لئے ہمہ تن آمادہ تھے اور اپنی خیال جماعت سے جنگ کے لئے بیعت بھی لے لی تھی۔لیکن آخر میں امیر معاویہؓ نے ان کے تمام مطالبات مان کر صلح کر لی۔(ابن اثیر ج ۳ ص ۳۴۳)

آپ کی وفات

دستبرداری کے بعد حضرت حسنؓ آخری لمحۂ حیات تک اپنے جد بزرگوار کے جوار میں خاموشی وسکون کی زندگی بسر کرتے رہے۔۵۰ ھ میں آپ کی بیوی جعدہ بنت اشعث نے کسی وجہ سے زہر دے دیا۔

(زہر کے متعلق عام طور پر یہ غلط فہمی پھیلی ہوئی ہے کہ امیر معاویہؓ کے اشارہ سے دیا گیا تھا۔جو سراسر غلط ہے)

اس عارضہ سے۔قلب کو جگر کے ٹکڑے کٹ کٹ کر گرنے لگے۔جب حالت زیادہ نازک ہوئی اور زندگی سے مایوس ہوگئے۔توحضرت حسینؓ کو بلا کر ان سے واقعہ بیان کیا۔انہوں نے زہر دینے والے کا نام پوچھا فرمایا۔نام پوچھ کر کیا کرو گے؟ عرض کیا قتل کروں گا۔فرمایا اگر میرا خیال صحیح ہے تو خدا بہتر بدلہ لینے والا ہے۔اور اگر غلط ہے تو میں نہیں چاہتا کہ میری وجہ سے کوئی بے گناہ پکڑا جائے اور زہر دینے والے کا نام بتانے سے انکار کر دیا۔حضرت حسنؓ کو اپنے نانا کے پہلو میں دفن ہونے کی بڑی تمنا تھی۔اس لئے اپنی محترم نانی حضرت عائشہؓ صدیقہ سے حجرۂ نبوی میں دفن ہونے کی اجازت چاہی۔انہوں نے خوشی کے ساتھ اجازت دے دی اجازت ملنے کے بعد بھی احتیاطاً فرمایا کہ میرے مرنے کے بعد دوبارہ اجازت لینا ممکن ہے میری زندگی میں مروت سے اجازت دے دی ہو۔اگر دوبارہ اجازت مل جائے تو روضۂ نبویؐ میں دفن کرنا۔مجھے خطرہ ہے کہ اس میں بنی امیہ مزاحم ہوں گے اگر مزاحمت کی صورت پیش آئے تو اصرار نہ کرنا۔اور بقیع الغرقد کے گورغریبان میں دفن کر دینا۔

(استیعاب ج ۱ ص ۱۴۵ ومروج الذہب مسعودی ج ۳ ص ۳۸۰)

زہر کھانے کے تیسرے دن ضروری وصیتوں کے بعد باختلاف روایت ربیع الاول ۴۹ سنہ یا ۵۰ ھ میں اس بوریہ نشین مسند بے نیازی نے اس دنیائے فانی کو خیر باد کہا انا للہ و انا

الیہ راجعون۔وفات کے وقت ۴۷ یا ۴۸ سال کی عمر تھی۔

جنازہ پر جھگڑا

وفات کے بعد حضرت حسینؓ نے وصیت کے مطابق دوبارہ حضرت عائشہؓ سے اجازت مانگی۔آپ نے پھر فراخدلی کے ساتھ اجازت مرحمت فرمائی۔

(اس موقع پر بھی حرم نبویؐ کے دشمنوں نے ایک روایت مشہور کر دی ہے کہ حضرت عائشہؓ نے اجازت نہیں دی اور حضرت حسنؓ کے روضہ نبویؐ میں دفن ہونے میں مزاحم ہوئیں ،مگر یہ روایت بھی امیر معاویہؓ کے شرائط کی طرح حضرت عائشہؓ کو بدنام کرنے کے لئے گڑھی گئی ہے۔جس کی کوئی اصلیت نہیں۔لیکن حضرت حسنؓ کا خطرہ بالکل صحیح نکلا۔مروان کو اس کی خبر ہوئی تو اس نے کہا کہ حسنؓ کسی طرح روضۂ نبوی میں دفن نہیں کئے جا سکتے۔ان لوگوں نے عثمانؓ کو تو یہاں دفن نہ ہونے دیا اور حسنؓ کو دفن کرنا چاہتے ہیں۔یہ کسی طرح نہیں ہوسکتا۔حضرت حسینؓ نے مقابلہ کرنا چاہا۔مروان بھی لڑنے پر آمادہ ہوگیا۔اور قریب تھا کہ پھر ایک مرتبہ مدینہ کی زمین مسلمانوں کے خون سے لالہ زار ہو جائے کہ اتنے میں مشہور صحابی حضرت ابوہریرہؓ پہنچ گئے اور چلائے کہ یہ کیا ظلم ہے کہ ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کے نانا کے پہلو میں دفن کرنے سے روکا جاتا ہے۔

پھر حسینؓ سے کہا کہ اس کے لئے کشت وخون سے کیا فائدہ حسنؓ کی وصیت بھول گئے کہ اگر خونریزی کا خطرہ ہو تو عام مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کر دینا اس پر حضرت حسینؓ کا غصہ ٹھنڈا ہوگیا۔اور بنی امیہ اور بنی ہاشم میں جنگ ہوتے ہوتے رہ گئی۔اس کے بعد سعید بن العاصؓ عامل مدینہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور لاش مبارک جنت البقیع میں حضرت فاطمہ زہراؓ کے پہلو میں سپرد خاک کی گئی۔(استیعاب ج ۱ ص ۱۴۵ واسد الغابہ ج ۲ ص ۱۵)

حضرت حسنؓ کا روضۂ نبویؐ کے بجائے بقیع میں دفن کیا جانا بھی آپ کے روحانی تصرف کا نتیجہ تھا کہ جس پیکر صلح وآشتی نے زندگی میں مسلمانوں کے خون کی قیمت پر دنیاوی

جاہ وحشم حاصل کرنا پسند نہ کیا اور خونریزی سے بچنے کے لئے سلطنت وحکومت جیسی چیز کو ٹھکرا کر عام زندگی اختیار کی اس کے جسد خاکی نے مرنے کے بعد بھی یہ کرشمہ دکھایا کہ روضہ نبویؐ کے مقابلہ میں بقیع کے میں دفن ہوا۔لیکن حرم نبویؐ میں مسلمانوں کا خون نہ گرنے دیا۔ورنہ اس قیمت پر جد امجد کے پہلو میں جگہ ملنی بہت آسان تھی۔

حضرت حسنؓ کا حلیہ مبارک

حضرت حسنؓ صورت وسیرت دونوں میں رسول کریم ﷺ کے مشابہ تھے خصوصاً صورت میں بالکل ہم شبیہ تھے۔

ازدواج کی کثرت

روایتوں میں ہے کہ حضرت حسنؓ نے نہایت کثرت کے ساتھ شادیاں کیں اور اسی کثرت کے ساتھ طلاقیں دیں،طلاقوں کی کثرت کی وجہ سے لوگ آپ کو 'مطلاق'' کہنے لگے تھے۔بعض روایتوں سے آپ کی ازواج کی تعداد بہت سی معلوم ہوتی ہیں لیکن یہ روایتیں سب مبالغہ آمیز ہیں۔اس کی تردید اس سے بھی ہوتی ہے کہ آپ کے کل دس اولادیں تھیں۔اور یہ تعداد شادیوں کے مقابلہ میں بہت کم ہے۔اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ شادیوں کی کثرت کی روایات مبالغہ سے خالی نہیں ہیں۔تاہم یہ معلوم ہوتا ہے کہ عام رواج سے زیادہ شادیاں کیں۔اس کثرت ازدواج وطلاق کو دیکھ کر حضرت علیؓ نے کوفہ میں اعلان کر دیا تھا کہ انہیں کوئی اپنی لڑکی نہ دے،لیکن عام مسلمانوں میں خانوادۂ نبویؐ سے رشتہ پیدا کرنے کا شوق اتنا غالب تھا کہ حضرت علیؓ کی اس مخالفت کا کوئی اثر نہ ہوا۔اور ایک ہمدانی نے برملا کہا کہ ''ہم ضرور لڑکی دیں گے۔زیادہ سے زیادہ یہی نہ ہوگا کہ جو عورت انہیں پسند ہوگی اسے رکھیں گے ورنہ طلاق دیدیں گے۔

(تاریخ الخلفاء سیوطی بحوالہ ابن سعد)

بیویوں سے سلوک

لیکن جب تک کوئی عورت آپ کے حبالۂ عقد میں رہتی تھی اس سے بڑی محبت

اور اس کی بڑی قدر افزائی فرماتے تھے۔چنانچہ جب ناگزیر اسباب کی بنا پر کسی عورت سے قطع تعلق کرتے تھے۔تو آپ کے حسن سلوک اور محبت کی یاد برابر اس کے دل میں رہتی تھی۔ایک مرتبہ ایک فزاری اور ایک اسدی عورت کو رجعی طلاق دی اور ان کی دلدہی کے لئے دس دس ہزار نقد اور ایک ایک مشکیزہ شہد بھیجا اور غلام کو ہدایت کر دی کہ اس کے جواب میں وہ جو کچھ کہیں اس کو یاد رکھنا۔فزاری عورت کو جب یہ خطیر رقم ملی تو اس نے شکریہ کے ساتھ قبول کر لی اور بارک اللہ فیہ وجزاہ خیرا کہا لیکن جب اسدی عورت کو ملی تو یہ تحفہ دیکھ کر اس کے دل پر چوٹ لگی اور بے اختیار یہ حسرت بھرا فراقیہ مصرع زبان سے نکل گیا۔

جدا ہونے والے دوست کے مقابلہ میں یہ متاع حقیر ہے۔

غلام نے آ کر یہ واقعہ بیان کیا تو آپ نے اسدی عورت سے رجعت کر لی۔

(ابن عساکر ج ۴ ص ۲۲۶)

حضرت حسنؓ کی اولادیں

آپ کے آٹھ لڑکے تھے جس میں حسن خولہ بنت منظور کے بطن سے۔(۱) زید ام بشیر بنت ابومسعود وانصاریؓ کے بطن سے اور (۲) عمر، (۳) قاسم، (۴) ابوبکر، (۵) عبدالرحمن، (۶) طلحہ، (۷) عبیداللہ مختلف بیویوں سے تھے۔(یعقوبی ج ۲ ص ۲۷۰)

ابن قتیبہ نے کل تعداد چھ لکھی ہے، جن میں دو لڑکیاں بھی ہیں۔ام حسن اور ام اسحٰق۔

حضرت حسنؓ کا ذریعہ معاش

حضرت حسنؓ نے ساری عمر نہایت فراغت بلکہ عیش کے ساتھ زندگی بسر کی۔حضرت عمرؓ نے جب صحابہ کرام کے وظائف مقرر کئے، اور حضرت علیؓ کا پانچ ہزار ماہوار مقرر کیا۔تو آپ کے ساتھ حضرت حسنؓ کا بھی، جو اگرچہ اس زمرہ میں نہ آتے تھے۔رسول اللہ ﷺ کی قرابت کے لحاظ سے پانچہزار ماہوار مقرر فرمایا۔جو انہیں برابر ملتا رہا۔

(فتوح البلدان بلاذری عطاء عمرؓ بن الخطاب)

حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں بھی یہ وظائف برابر جاری رہے۔حضرت عثمانؓ کے

بعد حضرت علیؓ خود ہی خلیفہ مقرر ہوئے آپ کی شہادت کے بعد امیر معاویہؓ کے حق میں دستبرداری کے وقت اہواز کا پورا اخراج اپنے لئے مخصوص کرا لیا تھا۔ اس لیے شروع سے آخر تک آپ نے بڑی راحت و آرام کی زندگی بسر فرمائی۔

حضرت حسنؓ کے فضائل

رسول کریم ﷺ کی وفات کے وقت حضرت حسنؓ کی عمر آٹھ سال سے زیادہ نہ تھی۔ ظاہر ہے کہ اتنی سی عمر میں براہ راست فیضان نبوی سے زیادہ بہرہ یاب ہونے کا کیا موقع مل سکتا ہے۔ تاہم آپ جس خانوادہ کے چشم و چراغ تھے اور جس باپ کے آغوش میں تربیت پائی تھی وہ علوم مذہبی کا سرچشمہ اور علم و عمل کا مجمع البحرین تھا۔ اس لیے قدرۃً اس آفتاب علم کے پرتو سے حسنؓ بھی مستنیر ہوئے۔ چنانچہ رسوک کریم ﷺ کی وفات کے بعد مدینہ میں جو جماعت علم و افتا کے منصب پر فائز تھی۔ اس میں ایک آپ کی ذات گرامی بھی تھی۔ البتہ آپ کے فتاویٰ کی تعداد بہت کم ہے۔ (اعلام الموقعین ج ۱ ص ۱۲)

آپ کے ذریعہ روایتوں کی تعداد

آپ کی مرویات کی تعداد کل تیرہ ہے اور ان میں سے بھی زیادہ تر حضرت علیؓ اور ہند سے مروی ہیں۔ (تہذیب الکمال ص ۸،۷)

آپ کے رواۃ میں حضرت عائشہؓ صدیقہ حسن بن حسنؓ عبداللہ۔ ابو جعفرؓ۔ جبیر بن نصیر۔ عکرمہ۔ محمد بن سیرین اور سفیان بن لیل وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ (تہذیب التہذیب ج ۲ ص ۲۹۵)

آپ کی خطابت

مذہبی علوم کے علاوہ آپ کو اس زمانہ کے مروجہ فنون میں بھی انہماک تھا خطابت اور شاعری اس زمانہ کے بڑے کمالات تھے۔ حضرت حسنؓ عرب کے اخطب الخطباء کے فرزند تھے۔ اس لئے خطابت آپ کو ورثہ میں ملی تھی۔ اور آپ میں بچپن ہی سے خطابت کا مادہ تھا۔ اس زمانہ میں ایک مرتبہ حضرت علیؓ نے آپ سے کہا۔ کہ تم خطبہ دو۔ میں اس کو سنوں

۔ حضرت حسنؓ نے کہا۔ آپ کے سامنے خطبہ دیتے ہوئے حجاب معلوم ہوتا ہے۔ یہ سن کر حضرت علیؓ آڑ میں چلے گئے۔ اور حضرت حسنؓ نے کھڑے ہو کر نہایت فصیح و بلیغ خطبہ دیا۔ حضرت علیؓ نے سن کر فرمایا۔ کیوں نہ ہو بیٹے میں باپ کا اثر ہوتا ہی ہے۔ (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۳۷)

خطابت کا یہ کمال عمر کے ساتھ ساتھ اور ترقی کرتا گیا اور آپ کے خطبات فصاحت و بلاغت کے ساتھ اخلاق و حکمت اور پند و موعظت کا دفتر ہیں۔ حضرت علیؓ کی وفات کے بعد آپ نے متعدد خطبات دیے ہیں۔ ان میں سے ایک نمونہ نقل کیا جاتا ہے۔ اس سے آپ کی خطابت کا پورا اندازہ ہوگا۔ (اسد الغابہ ج ۲ ص ۱۳)

حمد الٰہی کے بعد آپ نے یہ تقریر کی کہ "ہم کسی شک و شبہ یا شرم و ندامت کی وجہ سے شامیوں کے مقابل سے نہیں لوٹ آئے بلکہ اس کا سبب یہ تھا کہ پہلے ہم شامیوں سے صاف دلی اور صبر کے ساتھ جنگ کرتے تھے لیکن اب وہ حالت باقی نہیں رہی صاف دلی کی جگہ عداوت نے اور صبر و ثبات کی جگہ بیچینی نے لے لی۔ صفین میں جب تم لوگ بلائے گئے تھے تو تمہارا دین تمہاری دنیا پر مقدم تھا۔ اور اب حالت اس کے برعکس ہے ہم اب بھی تمہارے لئے ویسے ہی ہیں جیسے پہلے تھے۔ لیکن تم ہمارے لئے ویسے نہیں رہے جیسے پہلے تھے۔ ہاں اب تمہارے سامنے دو قسم کے مقتول ہیں۔

ایک صفین کے مقتول جن کے لئے تم رو رہے ہو۔ دوسرے نہروان کے مقتول جن کا تم بدلہ لینا چاہتے ہو لیکن رونے والا بدلہ پا گیا اور باقی ناکام رہے گا۔ معاویہؓ ہمیں ایسے امر کی طرف بلاتے ہیں۔ جو عزت اور انصاف دونوں کے خلاف ہے پس اب اس کا فیصلہ تمہاری رائے پر ہے اگر تم موت چاہتے ہو تو ہم اس کا معاویہؓ ہی کی طرف لوٹا دیں اور تلواروں کی دھار کے ذریعہ سے خدا سے اس کا فیصلہ چاہیں اور اگر تم زندگی چاہتے ہو تو ہم اسے بھی منظور کریں۔ اور تمہارے لئے رضا حاصل کریں"۔

شاعری کا ذوق

شعر و شاعری کا بھی آپ ستھرا مذاق رکھتے تھے اور خود بھی کبھی کبھی شعر کہتے تھے

لیکن جس میں مبالغہ اور خرافات کے بجائے اخلاقی اور حکیمانہ خیالات ہوتے۔ابن رشیق نے کتاب العمدہ میں آپ کا ایک شعر اس واقعہ کے ساتھ نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ آپ خضاب لگا کر باہر نکلے اور ارشاد فرمایا۔(کتاب العمدہ ص ۱۴)

نسود اعلاھا ونابی اصولھا، فلیت الذی یسود منھا ھوا الاصل

حکیمانہ اقوال

ان کے علاوہ تاریخوں میں بکثرت آپ کے حکیمانہ مقولے ملتے ہیں جن میں ہر مقولہ بجائے خود دفتر نکات ہے ان میں سے بعض مقلولے یہاں پر نقل کئے جاتے ہیں۔

یہ ایک شخص نے آپ سے سوال کیا کہ زندگی بسر کرنے کے اعتبار سے سب سے اچھی زندگی کون بسر کرتا ہے؟ ”فرمایا جو اپنی زندگی میں دوسروں کو بھی شریک کرے“

پھر پوچھا ”سب سے بری زندگی کس کی ہے۔؟“ فرمایا جس کے ساتھ کوئی دوسرا زندگی نہ بسر کر سکے۔“

فرماتے تھے کہ ”ضرورت کا پورا نہ ہونا اس سے کہیں بہتر ہے کہ اس کے لئے کسی نااہل کی طرف رجوع کیا جائے“۔

ایک شخص نے آپ سے کہا۔مجھ کو موت سے بہت ڈر معلوم ہوتا ہے فرمایا اس لئے کہ تم نے اپنا مال پیچھے چھوڑ دیا اگر اس کو آگے بھیج دیا ہوتا تو اس تک پہنچنے کے لئے خوفزدہ ہونے کے بجائے مسرور ہوتے“

فرماتے تھے کہ ”مکارم اخلاق دس ہیں۔زبان کی سچائی۔جنگ کے وقت حملہ کی شدت۔سائل کو دینا۔حسن خلق۔احسان کا بدلہ دینا۔صلہ رحم۔پڑوسی کی حفاظت وحمایت۔حق دار کی حق شناسی۔مہمان نوازی۔اور ان سب سے بڑھ کر شرم وحیا۔

امیر معاویہؓ اکثر آپ سے اخلاقی اصطلاحوں کی تشریح کراتے تھے اور حکومت کے بارے میں مشورہ لیا کرتے تھے۔ایک مرتبہ ان سے کہا ”ابو محمد! آج تک مجھ سے تین باتوں کے معنی کسی نے نہیں بتائے۔آپ نے فرمایا کونسی باتیں۔معاویہؓ نے کہا مُروۃ۔کرم اور بہادری

۔آپ نے جواب دیا مروۃ کہتے ہیں۔انسان کو اپنے مذہب کی اصلاح کرنا اپنے مال کی دیکھ بھال اور نگرانی کرنا اور اسے برمحل صرف کرنا۔سلام زیادہ کرنا۔لوگوں میں محبوبیت حاصل کرنا اور کرم کہتے ہیں کہ پڑوسی کی طرف سے مدافعت کرنا آڑے وقتوں میں اس کی حمایت وامداد کرنا اور مصیبت کے وقت صبر کرنا۔

اسی طرح ایک مرتبہ امیر معاویہؓ نے ان سے پوچھا کہ حکومت میں ہم پر کیا فرائض ہیں۔فرمایا جو سلیمان بن داؤد نے بتائے ہیں۔معاویہؓ نے کہا کہ کیا بتائے ہیں۔فرمایا انہوں نے اپنے ساتھی سے کہا کہ تم کو معلوم ہے۔بادشاہ پر ملک داری کے کیا فرائض ہیں جس سے اس کو نقصان نہ پہنچے۔ظاہر و باطن میں خدا کا خوف کرے۔غصہ اور خوشی دونوں میں عدل وانصاف کرے۔فقر اور دولتمندی دونوں حالتوں میں میانہ روی قائم رکھے۔زبردستی نہ کسی کا مال غصب کرے اور نہ اس کو بے جا صرف کرے۔جب تک وہ ان چیزوں پر عمل کرتا رہے گا۔اس وقت تک اس کو دنیا میں کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔

حضرت حسنؓ کے اخلاق وعادات

شبیہ رسول حضرت حسنؓ کا لقب تھا۔یہ مشابہت محض ظاہری اعضاء وجوارح تک محدود نہ تھی۔بلکہ آپ کی ذات باطنی اور معنوی لحاظ سے بھی اسوۂ نبویؐ کا نمونہ تھی۔یوں تو آپ تمام مکارم اخلاق کو پیکر مجسم تھے لیکن زہد وورع دنیاوی جاہ وچشم سے بے نیازی اور بے تعلقی آپ کا ایسا خاص اور امتیازی وصف تھا۔جس میں آپ کا کوئی حریف نہیں۔

حضرت حسنؓ کی استغناء وبے نیازی

درحقیقت جس استغناء اور بے نیازی کا ظہور آپ کی ذات گرامی سے ہوا۔وہ نوع انسانی کے لئے ایک معجزہ ہے عموماً قصر سلطنت کی تعمیر انسانی خون سے ہوتی ہے لیکن حضرت حسنؓ نے ایک ملتی ہوئی عظیم الشان سلطنت کو محض چند انسانوں کے خون کی خاطر چھوڑ دیا غالباً تاریخ ایسی مثالیں کم پیش کر سکتی ہے۔اگر شیخین کے بعد کی اسلامی تاریخ پر

نظر ڈالی جائے تو اس کا صفحہ صفحہ مسلمانوں کے خون سے رنگین نظر آئے گا اور ابھی تک عرب کی زمین مسلمانوں کا خون چاہتی تھی لیکن یہ فخر صرف حضرت حسنؓ کی ذات کے لئے مقدر ہو چکا تھا کہ وہ سلطنت وحکومت کو ٹھکرا کر امت مسلمہ کو تباہی سے بچائیں اور رسول کریم ﷺ کی اس پیشین گوئی کو پورا فرمائیں گے۔ **ان ابنی ھذا سید یصلح اللہ بہ بین فئتین عظیمتین من المسلمین۔** ''میرا یہ لڑکا سید ہے اور خدا اس کے ذریعہ سے مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں میں صلح کرائے گا۔ یا الخلافۃ بعدی ثلثون۔ میرے بعد خلافت تیس برس تک رہے گی۔ حساب سے یہ مدت ٹھیک حضرت حسنؓ کی دست برداری کے وقت پوری ہوتی ہے۔

خلافت کو چھوڑنے کی وجہ

بعض ظاہر بینوں کو یہ غلط فہمی پیدا ہوتی ہے کہ حضرت حسنؓ نے اپنی فوج کی کمزوری سے مجبور ہو کر امیر معاویہؓ سے صلح کر لی۔ اور کچھ واقعات بھی اس خیال کی تائید میں مل جاتے ہیں۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ آپ نے جلیل القدر منصب محض مسلمانوں کی خونریزی سے بچنے کے لئے ترک کیا۔ گو یہ صحیح ہے کہ جس فوج کو لے کر آپ مقابلہ کے لئے نکلے تھے اس میں کچھ منافق بھی تھے۔ جنہوں نے عین موقع پر کمزوری دکھائی۔ مگر اسی فوج میں بہت سے خارجی العقیدہ بھی تھے، جو آپ کی حمایت میں امیر معاویہؓ سے لڑنا فرض عین سمجھتے تھے، چنانچہ جب انہوں نے مصالحت کا رنگ دیکھا تو آپ کی تکفیر کرنے لگے۔ (اخبار الطوال ص ۲۳۰)

خود عراق میں چالیس بیالیس ہزار کوفی جنہوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی، آپ کے ایک اشارہ پر سر کٹانے کے لئے تیار تھے۔ (ابن عساکر ج ۲ ص ۲۱۹)

عراق تو عراق سارا عرب آپ کے قبضہ میں تھا۔ مصالحت وغیرہ کے بعد ایک مرتبہ بعض لوگوں نے آپ کو خلافت کی خواہش سے متہم کیا، آپ نے فرمایا کہ ''عرب کے سر میرے قبضہ میں تھے، جس سے میں صلح کرتا۔ اس سے وہ بھی کرتے اور جس سے میں جنگ کرتا۔ اس سے وہ لڑتے لیکن اس کے باوجود میں نے خلافت کو خاصۃً للہ اور امت محمدی

کی خونریزی سے بچنے کے لئے چھوڑا۔ (مستدرک حاکم ج ۳ ص ۱۷)

خود آپ کی فوج میں ان چند منافقوں کے علاوہ جنہوں نے بعض مخفی اثرات سے عین وقت پر دھوکا دیا تھا۔ باقی پوری فوج کٹنے مرنے پر آمادی تھی، ابو عریق راوی ہیں کہ ہم بارہ ہزار آدمی حضرت حسنؓ کے مقدمۃ الجیش میں کٹنے اور مرنے کے لئے تیار تھے، اور شامیوں کی خون آشامی کے لئے ہماری تلواروں کی دھاروں سے خون ٹپک رہا تھا۔ جب ہم لوگوں کو صلح کی خبر معلوم ہوئی تو شدت غضب ورنج سے معلوم ہوتا تھا کہ ہماری کمر ٹوٹ گئی۔ صلح کے بعد جب حسنؓ کوفہ آئے تو ہماری جماعت کے ایک شخص ابو عامر سفیان نے غصہ میں کہا ''اسلام علیک یا مذلل المومنین'' مسلمانوں کے رسوا کرنے والے السلام علیک، اس طنزیہ اور گستاخانہ سلام پر اس صبر وتحمل کے پیکر نے جواب دیا۔ ابو عامر ایسا نہ کہو میں نے مسلمانوں کو رسوا نہیں کیا۔ البتہ ملک گیری کی ہوس میں مسلمانوں کی خونریزی پسند نہیں کی۔

امتیازی فضائل

ان مشترک فضائل کے علاوہ حضرت حسنؓ کے کچھ امتیازی فضائل الگ ہیں۔ جو انہیں حضرت حسینؓ سے ممتاز کرتے ہیں، ان فضائل میں سب سے بڑی فضیلت یہ ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ان کے متعلق پیشینگوئی فرمائی تھی کہ میرا یہ بیٹا سید ہے، خدا اس کے ذریعہ سے مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں میں صلح کرائے گا۔'' (مستدرک حاکم ج ۳ ص فضائل حسنؓ)

امیر معاویہؓ سے صلح کے وقت حضرت حسنؓ نے اس پیشین گوئی کی عملی تصدیق فرمائی۔ ایک موقع پر فرمایا کہ ''حسنؓ کو میرا علم عطا ہوا ہے۔''

اس طرح آپ کا یہ مرتبہ تو دنیا میں حاصل ہوا اور آخرت میں بھی بہت بڑا مقام یعنی جنت میں نوجوانوں کی قیادت کا حاصل ہوگی

حضرت حسین بن علیؓ کا تعارف

آپ کا حسین نام تھا اور ابو عبد اللہ کنیت تھی، سید شباب اہل الجنۃ'' اور ریحانۃ النبی لقب تھا اور والد کا نام علی مرتضیٰؓ تھا۔

والدہ سیدہ بتولؓ جگر گوشۂ رسول آپ کی ماں تھیں، اس لحاظ سے آپ کی ذات گرامی تھی۔آپ کا نسبی شجرہ طیبہ اس طرح ہے، حسینؓ بن علیؓ بن ابی طالب بن ہاشم بن عبد مناف قرشی ہاشمی ومطلبی۔

پیدائش

آپ شکم مادر میں تھے کہ حضرت حارثؓ کی صاحبزادی نے خواب دیکھا کہ کسی نے رسول اکرم کے جسم اطہر کا ایک ٹکڑا کاٹ کر ان کی گود میں رکھ دیا ہے۔انہوں نے رسول کریم ﷺ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ میں نے ایک ناگوار اور بھیانک خواب دیکھا ہے، فرمایا کہ کیا؟ عرض کیا ناقابل بیان ہے، فرمایا بیان کرو آخر کیا ہے؟ رسول کریم ﷺ کے اصرار پر انہوں نے خواب بیان کیا، آپ نے فرمایا یہ تو نہایت مبارک خواب ہے فاطمہؓ کے لڑکا پیدا ہوگا اور تم اسے گود میں لوگی۔(مستدرک حاکم ج ۳ ص ۱۷۶)

کچھ دنوں کے بعد اس خواب کی تعبیر ملی اور ریاض نبوی میں وہ پھول کھلا، جس کی مہک حق وصداقت، جرأت وعزم واستقلال، ایمان وعمل اور ایثار وقربانی کی وادیوں کو ابد الآباد تک بساتی اور جس کی رنگینی عقیق کی سرخی، شفق کی گلگونی اور لالہ کے داغ کو ہمیشہ شرماتی رہے گی۔یعنی شعبان ۴ھ میں علیؓ کا کاشانہ حسینؓ کے تولد سے رشک گلزار بنا۔

ولادت باسعادت کی خبر سنکر رسول کریم ﷺ تشریف لائے اور فرمانے لگے

بچے کو دکھاؤ، کیا نام رکھا گیا؟ اور نومولود بچہ کو منگا کر اس کے کانوں میں اذان دی، اس طرح گویا پہلی مرتبہ خود زبان وحی والہام نے اس بچہ کے کانوں میں توحید الٰہی کا صور پھونکا درحقیقت اسی صور کا اثر تھا کہ۔

حقا کہ بنائے لا الہ است حسینؓ — سر داد، دست نداد در دست یزید

پھر فاطمہ زہراؓ کو عقیقہ کرنے اور بچہ کے بالوں کے ہموزن چاندی خیرات کرنے کا حکم دیا۔ پدر بزرگوار کے حکم کے مطابق فاطمہ زہراؓ نے عقیقہ کیا۔

(مستدرک حاکم ج ۳ ص ۱۷۶ فضائل حسینؓ، موطا امام مالک کتاب العقیقہ باب ماجاء فی العقیقہ میں بھی اس کا ذکر ہے)

والدین نے حرب نام رکھا تھا، لیکن رسول کریم ﷺ کو یہ نام پسند نہ آیا آپ نے بدل کر حسینؓ رکھا۔(اسد الغابہ ج ۲ ص ۱۸)

حضرت حسینؓ عہد نبوی ﷺ میں

حضرت حسینؓ کے بچپن کے حالات میں صرف ان کے ساتھ رسول کریم ﷺ کے پیار اور محبت کے واقعات ملتے ہیں، آپؐ ان کے ساتھ غیر معمولی شفقت فرماتے تھے۔تقریباً روزانہ دونوں کو دیکھنے کے لئے حضرت فاطمہؓ کے گھر تشریف لے جاتے اور دونوں کو بلا کر پیار کرتے اور کھلاتے، دونوں بچے آپ سے بیحد مانوس اور شوخ تھے، لیکن آپ نے کبھی کسی شوخی پر تنبیہ نہیں فرمائی، بلکہ ان کی شوخیاں دیکھ دیکھ کر خوش ہوتے تھے۔اس قسم کے تمام حالات حضرت حسنؓ کے تذکرہ میں لکھے جا چکے ہیں، اس لئے یہاں ان کے اعادہ کی حاجت نہیں، حضرت حسینؓ کا سن صرف سات برس کا تھا کہ نانا کا سایۂ شفقت سر سے اٹھ گیا۔

حضرت حسینؓ عہد صدیقی میں

حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ میں حضرت حسینؓ کی عمر ۷۔۸ سال سے زیادہ نہ تھی، اس لئے ان کے عہد کا کوئی خاص واقعہ قابل ذکر نہیں ہے۔بجز اس کے کہ حضرت ابوبکرؓ نبیرۂ رسول کی حیثیت سے حضرت حسینؓ کو بہت مانتے تھے۔

حضرت حسینؓ عہد فاروقی میں

حضرت عمرؓ کے ابتدائی عہد خلافت میں بھی بہت صغیر السن تھے، البتہ آخری عہد میں سن شعور کو پہنچ چکے تھے، لیکن اس عہد کی مہمات میں ان کا نام نظر نہیں آتا، حضرت عمرؓ بھی حضرت حسینؓ پر بڑی شفقت فرماتے تھے اور قرابت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خاص لحاظ رکھتے تھے چنانچہ جب بدری صحابہؓ کے لڑکوں کا دو دو ہزار وظیفہ مقرر کیا تو حضرت حسینؓ کا محض قرابت رسول کے لحاظ سے پانچ ہزار ماہانہ مقرر کیا۔ (فتوح البلدان بلاذری ذکر عطا عمر بن الخطاب)

آپ کسی چیز میں بھی حضرت حسینؓ کی ذات گرامی کو نظر انداز نہ ہونے دیتے۔ ایک مرتبہ یمن سے بہت سے حلے آئے۔ حضرت عمرؓ نے تمام صحابہؓ میں تقسیم کئے، آپ قبر اور منبر نبوی کے درمیان تشریف فرما تھے، لوگ ان حلوں کو پہن پہن کر شکریہ کے طور پر آ کر سلام کرتے تھے، اسی دوران میں حضرت حسنؓ و حسینؓ حضرت فاطمہؓ کے گھر سے نکلا، آپ کا گھر حجرۂ مسجد کے درمیان میں تھا۔ حضرت عمرؓ کی نظر ان دونوں پر پڑی تو ان کے جسموں پر حلے نظر نہ آئے، یہ دیکھ کر آپ کو تکلیف پہنچی اور لوگوں سے فرمایا مجھے تمہیں حلے پہنا کر کوئی خوشی نہیں ہوئی، انہوں نے پوچھا امیر المومنین یہ کیوں، فرمایا اس لئے کہ ان دونوں لڑکوں کے جسم ان حلوں سے خالی ہیں، اس کے بعد فوراً حاکم یمن کو حکم بھیجا کہ جلد سے جلد دو حلے بھیجو، اور حلے منگوا کر دونوں بھائیوں کو پہنانے کے بعد فرمایا۔ ''اب مجھے خوشی ہوئی۔ ایک روایت یہ ہے کہ پہلے حلے حضرت حسنؓ و حسینؓ کے لائق نہ تھے۔ (ابن عساکر ج ۴ ص ۳۲۱، ۳۲۳)

حضرت عمر اپنے بیٹے عبداللہ سے بھی زیادہ حضرت حسن و حسین کو مانتے تھے ۔ایک مرتبہ آپ منبر نبویؐ پر خطبہ دے رہے تھے کہ حسینؓ آئے اور منبر پر چڑھ کر کہا میرے ابّا (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے منبر سے اترو اور اپنے ابّا کے منبر پر جاؤ۔ حضرت عمرؓ نے اس طفلانہ شوخی پر فرمایا کہ میرے ابّا کا تو کوئی منبر ہی نہیں پھر انہیں اپنے پاس محبت سے بٹھا لیا، خطبہ کے بعد انہیں اپنے ساتھ گھر لیتے گئے، راستہ میں پوچھا کہ یہ تم کو کس نے

سکھایا تھا، بولے کسی نے نہیں، پھر فرمایا کبھی کبھی میرے پاس آیا کرو۔

حضرت حسین کا مرتبہ عہد عثمانی میں

حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں پورے جوان ہو چکے تھے۔ چنانچہ سب سے اول اسی عہد میں میدان جہاد میں قدم رکھا اور ۳۰ھ میں طبرستان کی فوج کشی میں مجاہدانہ شریک ہوئے۔ (ابن اثیر ج ۳ ص ۸۴)

پھر جب حضرت عثمانؓ کے خلاف بغاوت برپا ہوئی اور باغیوں نے قصر خلافت کا محاصرہ کر لیا تو حضرت علیؓ نے دونوں بھائیوں کو حضرت عثمانؓ کی حفاظت پر مامور کیا کہ باغی اندر گھسنے نہ پائیں۔ چنانچہ حفاظت کرنے والوں کے ساتھ ان دونوں نے بھی نہایت بہادری کے ساتھ باغیوں کو اندر گھسنے سے روکے رکھا۔ جب باغی کوٹھے پر چڑھ کر اندر اتر گئے اور حضرت عثمانؓ کو شہید کر ڈالا اور حضرت علیؓ کو شہادت کی خبر ہوئی تو انہوں نے دونوں بھائیوں سے نہایت سختی کے ساتھ باز پرس کی کہ تمہارے ہوتے ہوئے باغی کس طرح اندر گھس گئے۔ (تاریخ الخلفاء سیوطی ص ۱۵۹)

جنگ جمل و صفین میں حصہ

جنگ جمل میں اپنے والد بزرگوار کے ساتھ تھے، اختتام جنگ کے بعد کئی میل تک حضرت عائشہؓ کو پہنچانے کے لئے گئے، جنگ جمل کے بعد صفین کے قیامت خیز واقعہ میں بھی آپ نے بڑی سرگرمی کے ساتھ حصہ لیا، لیکن یہاں تفصیلات کی ضرورت نہیں، جنگ کے بعد معاہدہ نامہ میں بحیثیت شاہد کے حضرت حسینؓ کے بھی دستخط تھے پھر جنگ صفین کے بعد خوارج کی سرکوبی میں بڑے انہماک سے حصہ لیا۔

حضرت علیؓ کی شہادت

اس کے بعد ۴۰ھ میں حضرت علیؓ پر قاتلانہ حملہ ہوا زخم بہت سخت تھا، جب حالت زیادہ نازک ہوئی تو حضرت حسنؓ و حسینؓ کو بلا کر مفید نصیحتیں کیں اور محمد بن حنفیہ کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید کر کے مرتبۂ شہادت پر ممتاز ہو گئے۔

عہد معاویہؓ کے عہد میں

حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد حضرت حسنؓ خلیفہ ہوئے، لیکن جیسا کہ اوپر ان کے حالات میں معلوم ہو چکا ہے، آپ مسلمانوں کی خونریزی سے بچنے کے لئے معاویہؓ کے حق میں خلافت سے دستبرداری پر آمادہ ہو گئے اور حسینؓ کو اپنے عزم سے آگاہ کیا، حسینؓ نے اس کی بڑی پر زور مخالفت کی لیکن حضرت حسنؓ کے عزم راسخ کے سامنے ان کی مخالفت کی جس کی تفصیل اوپر گذر چکی ہے، لیکن حضرت حسنؓ کے عزم راسخ کے سامنے ان کی مخالفت کامیاب نہ ہو سکی اور ۴۱ھ میں حضرت حسنؓ امیر معاویہؓ کے حق میں خلافت سے دستبردار ہو گئے۔ حضرت حسینؓ کو بھی برادر بزرگ کے فیصلہ کے سامنے سرخم کرنا پڑا، گو حضرت حسینؓ امیر معاویہؓ کو حق پر نہیں سمجھتے تھے۔ تاہم ان کے زمانہ کی لڑائیوں میں برابر شریک ہوتے تھے، چنانچہ ۴۹ھ میں قسطنطنیہ کی مشہور مہم میں جس کا کماندار سفیان بن عوف تھا، مجاہدانہ شرکت کی تھی۔

حضرت امیر معاویہؓ اور حضرت حسینؓ

ممکن ہے حضرت حسینؓ ان کو اچھا نہ سمجھتے ہوں لیکن دونوں کے ظاہری تعلقات خوشگوار تھے اور امیر معاویہؓ ان کا بڑا لحاظ رکھتے تھے۔ حضرت حسنؓ نے دستبرداری کے وقت حسینؓ کے لئے جو رقم مقرر کرائی تھی وہ امیر معاویہؓ انہیں برابر پہنچاتے رہے بلکہ اس رقم کے علاوہ بھی رہتے تھے البتہ یزید کے ولی عہدی کے وقت ناخوشگواری پیدا ہو گئی تھی لیکن اس میں بھی کوئی بدنما صورت نہیں پیدا ہونے پائی۔ ۵۶ھ میں جب امیر معاویہؓ نے اہل مدینہ سے یزید کی بیعت لینی چاہی تو طبری کے بیان کے مطابق سوائے چند لوگوں کے سب اہل مدینہ نے بیعت کر لی، بیعت نہ کرنے والوں میں حضرت حسینؓ بھی تھے۔ لیکن جب عام بیعت ہو گئی تو امیر معاویہؓ نے ان لوگوں سے کچھ زیادہ اصرار نہیں کیا۔ (طبری ج ۷ ص ۱۹۷)

یہ طبری کی روایت ہے۔ ابن اثیر کی روایت کے مطابق امیر معاویہؓ نے پہلے تمام اکابر مدینہ سے بزور بیعت لی اور ان کی بیعت کو عوام کے سامنے سند میں پیش کر کے سب

سے بیعت لی، اور کسی نے کوئی اختلاف نہیں کیا، سب خاموش رہے، ان خاموش رہنے والوں میں حضرت حسینؓ بھی تھے۔

امیر معاویہؓ نہایت عاقبت بین مدبر تھے مستقبل میں پیش آنے والے واقعات کا پہلے سے اندازہ کر لیتے تھے چنانچہ اس کا یقین تھا کہ ان کے بعد ابن زبیر ضرور خلافت کا دعویٰ کریں گے اور حسینؓ کو بھی اہل عراق یزید کے مقابلہ میں کھڑا کر دیں گے اس لئے انتقال کے وقت یزید سے دونوں کے بارہ میں وصیت۔ حضرت حسینؓ کے متعلق خاص طور سے تاکید کی تھی کہ میرے بعد عراق والے حسینؓ کو تمہارے مقابلہ میں لا کر چھوڑیں گے جب وہ تمہارے مقابلہ میں آئیں اور تم کو ان پر قابو حاصل ہو جائے تو درگذر سے کام لینا، کیونکہ وہ قرابت دار، بڑے حقدار اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عزیز ہیں۔

حضرت حسینؓ کے اوصاف

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں حضرت حسینؓ کمسن بچہ تھے اس لئے براہ راست ذاتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے استفادہ کا موقع نہ ملا، لیکن حضرت علیؓ جیسے مجمع البحرین علم و عمل باپ کی تعلیم و تربیت نے اس کی پوری تلافی کر دی، تمام اربابِ سیر آپ کے کمالات علمی کے معترف ہیں علامہ بن عبدالبر، امام نووی، علامہ ابن اثیر تمام بڑے بڑے ارباب سیر اس پر متفق ہیں کہ حضرت حسینؓ بڑے فاضل تھے لیکن افسوس اس اجمالی سند کے علاوہ واقعات کی صورت میں ان کمالات کو کسی سیرت نگار نے قلمبند نہیں کیا ہے۔

احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حضرت حسینؓ خاندان نبویؐ کے رکن رکین تھے اس لئے آپ کو احادیث کا بہت بڑا حافظ ہونا چاہئے تھا لیکن صغر سنی کے باعث آپ کو اس کے مواقع کم ملے اور جو ملے بھی اس میں ابھی آپ کا فہم و حافظہ اس لائق نہ تھا کہ سمجھ کر محفوظ رکھ سکتے، اس لئے براہِ راست رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنی ہوئی مرویات کی تعداد کافی ہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ

جن بزرگوں سے آپ نے حدیثیں روایت کی ہیں ان کے نام حسبِ ذیل ہیں: حضرت علیؓ ،حضرت فاطمہ زہراؓ ، ہندؓ بن ابی ہالہ، عمر بن الخطابؓ وغیرہ، جن رواۃ نے آپ سے روایتیں کی ہیں ان کے نام یہ ہیں، آپ کے برادر بزرگ حضرت حسنؓ ، صاحبزادہ علی اور زید، صاحبزادہ سکینہ، فاطمہ، پوتے ابوجعفر الباقر، عام رواۃ میں شعبی، عکرمہ، کرز التیمی سنان بن ابی سنان دولی، عبداللہ بن عمرو بن عثمان، فرزوق شاعر وغیرہ۔ (تہذیب التہذیب ج ۲ ص ۳۴۵)

فقہ وفتاویٰ کی خصوصیات

قضاء وافتاء میں حضرت علیؓ کا پایہ تمام صحابہؓ میں بڑا تھا، اس موروثی دولت میں حضرت حسینؓ کو بھی وافر حصہ ملا تھا، چنانچہ ان کے معاصران سے استفتا کیا کرتے تھے ایک مرتبہ ابن زبیرؓ کو جو عمر میں ان سے بڑے اور خود بھی صاحب کمال بزرگ تھے۔ قیدی کی رہائی کے سلسلے میں استفتا کی ضرورت ہوئی، تو انہوں نے حضرت حسینؓ کی طرف رجوع کیا اور ان سے پوچھا، ابوعبداللہ قیدی کی رہائی کے سلسلے میں تمہارا کیا خیال ہے اس کی رہائی کا فرض کسی پر عائد ہوتا ہے فرمایا، ان لوگوں پر جن کی حمایت میں وہ لڑا ہو۔

اسی طرح ایک مرتبہ ان کو شیر خوار بچہ کے وظیفہ کے سلسلے میں استفسار کی ضرورت ہوئی تو اس میں بھی انہوں نے حضرت حسینؓ کی طرف رجوع کیا آپ نے بتایا کہ پیدائش کے بعد ہی سے جب بچہ آواز دیتا ہے تو وظیفہ واجب ہو جاتا ہے۔

اسی طریقہ سے کھڑے ہو کر پانی پینے کے سلسلے میں پوچھا، آپ نے اس سوال پر اسی وقت اونٹنی کا دودھ دُہا کر کھڑے کھڑے پیا، آپ کھڑے ہو کر کھانے میں بھی مضائقہ نہ سمجھتے تھے چنانچہ بھنا ہوا بکری کا گوشت لے لیتے تھے اور کھاتے کھلاتے چلے جاتے تھے۔

(یہ تینوں واقعات استیعاب سے ماخوذ ہیں ج ۱ ص ۱۴۸)

آپ کے تفقہ کا ایک ثبوت یہ بھی ہے کہ فقیہ اعظم حضرت امام ابوحنیفہؒ، حضرت امام باقرؒ کے شاگرد تھے اور حدیث وفقہ میں ان سے بہت کچھ استفادہ کیا تھا اور دینی علوم

میں امام باقر کو سلسلہ بہ سلسلہ اپنے اسلاف کرام سے بڑا فیض پہنچا تھا۔

آپ کے خطاب کی صفات

خطابت اس زمانہ کا بڑا کمال تھا، آپ کے والد بزرگوار حضرت علیؓ اپنے عہد کے سب سے بڑے خطیب تھے، نہج البلاغہ کے خطبات آپ کے کمال خطابت کے شاہد ہیں حضرت حسینؓ کو بھی اس موروثی کمال سے وافر حصہ ملا تھا اور ان کا شمار اس عہد کے ممتاز خطیبوں میں تھا، واقعہ شہادت کے سلسلہ میں آپ کے بہت سے خطبات گزر چکے ہیں ان سے آپ کی خطابت کا پورا اندازہ ہو گیا ہوگا۔ اسی طرح ادب اور تذکرہ وتراجم کی کتابوں میں آپ کی جانب بہت سے حکیمانہ اشعار منسوب ہیں لیکن ان کی صحت مشکوک ہے۔

آپ کے حکیمانہ مقولے

آپ کے کلماتِ طیبات اور حکیمانہ مقولے اخلاق وحکمت کا سبق ہیں فرماتے تھے ،سچائی عزت ہے، جھوٹ عجز ہے، راز داری امانت ہے، حق جوار قرابت ہے، امداد دوستی ہے، عمل تجربہ ہے، حسن خلق عبادت ہے، خاموشی زینت ہے، بخل فقر ہے سخاوت دولتمندی ہے، نرمی عقلمندی ہے، ایک مرتبہ آپ نے حسن بصریؒ سے چند اخلاقی باتیں کیں وہ آپ کو پہنچانتے تھے، اس لئے یہ باتیں سن کو متعجب ہوئے، آپ جب چلے گئے تو لوگوں سے پوچھا کہ یہ کون تھے، لوگوں نے کہا حسینؓ بن علیؓ یہ سن کو حسن بصریؒ نے کہا تم نے میری مشکل حل کر دی، یعنی اب کوئی تعجب کی بات نہیں۔ (یعقوبی ج ۲ ص ۲۹۲)

آپ کی عبادات

آپ کی ذات گرامی فضائل اخلاق کا مجموعہ تھی، ارباب سیر لکھتے ہیں کہ کان الحسین رضی اللہ عنہ کثیر الصّلوٰۃ والصوم والحج والصدقۃ وافعال الخیر جمیعا۔ (استیعاب واسد الغابہ تذکرہ حسینؓ) یعنی حضرت حسینؓ بڑے نمازی، بڑے روزہ دار، بہت حج کرنے والے، بڑے صدقہ دینے والے اور تمام اعمال حسنہ کو کثرت سے کرنے والے تھے۔

حضرت حسینؓ کو تمام عبادات خصوصاً نماز سے بڑا ذوق تھا، اس کی تعلیم بچپن میں خود صاحبِ شریعت علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے حاصل کی تھی، اس تعلیم کا اثر یہ تھا کہ آپ بکثرت نمازیں پڑھتے تھے، کثرت عبادت کی وجہ سے آپ کو بیویوں سے بھی ملنے کا کم موقع ملتا تھا، ایک مرتبہ کسی نے امام زین العابدین سے کہا تمہارے باپ کی اولاد کس قدر کم ہے آپ نے فرمایا اس پر تعجب کیوں ہے، وہ رات و دن میں ایک ایک ہزار نمازیں پڑھتے تھے، عورتوں سے ملنے کا انہیں موقعہ کہاں ملتا تھا۔ (استیعاب و اسد الغابہ تذکرہ حسینؓ)، یہ روایت مبالغہ آمیز ہے اس سے زندگی کی دوسری ضروریات کے ساتھ ایک ہزار رکعتیں روزانہ پڑھنا ناممکن ہے، غالباً راوی سے سہو ہو گیا ہے لیکن اس سے ان کی کثرتِ عبادات کا ضرور پتہ چلتا ہے۔

روزہ بھی کثرت کے ساتھ رکھتے تھے، تمام ارباب سیر آپ کی کثرت صیام پر متفق ہیں، حج بھی بکثرت کرتے تھے اور اکثر پیادہ حج بھی گئے، زہیر بن بکار مصعب سے روایت کرتے ہیں کہ حسینؓ نے پچیس حج پا پیادہ کئے۔ (یعقوبی ج ۲ ص ۱۹۲)

آپ کی فیاضی

مالی اعتبار سے آپ کو خدا نے جیسی فارغ البالی عطا فرمائی تھی اسی فیاضی سے آپ اس کی راہ میں خرچ کرتے تھے، ابن عساکر لکھتے ہیں کہ حضرت حسینؓ خدا کی راہ میں کثرت سے خیرات کرتے تھے۔ (تہذیب الاسماء نووی ج ۲ ص ۱۶۳)

کوئی سائل کبھی آپ کے دروازہ سے ناکام نہ واپس ہوتا تھا، ایک مرتبہ ایک سائل مدینہ کی گلیوں میں پھرتا ہوا پہنچا، اس وقت آپ نماز میں مشغول تھے، سائل کی صدا سن کر جلدی جلدی نماز ختم کر کے باہر نکلے، سائل پر فقر و فاقہ کے آثار نظر آئے، اسی وقت اپنے خادم کو آواز دی، وہ حاضر ہوا آپ نے پوچھا ہمارے اخراجات میں سے کچھ باقی رہ گیا ہے، اس نے جواب دیا آپ نے دو سو درہم اہل بیت میں تقسیم کرنے کے لئے دیئے تھے، وہ ابھی تقسیم نہیں کئے گئے ہیں، فرمایا اس کو لے آؤ، اہل بیت سے زیادہ ایک مستحق آ گیا ہے۔

چنانچہ اسی وقت دو سو کی تھیلی منگا کر سائل کے حوالہ کر دی، اور معذرت کی کہ اس وقت ہمارا ہاتھ خالی ہے، اس لئے اس سے زیادہ خدمت نہیں کر سکتے۔ (ایضاً ص ۳۶۳)

حضرت علیؓ کے دور خلافت میں جب آپ کے پاس بصرہ سے آپ کا ذاتی مال آتا تھا تو آپ اسی مجلس میں اس کو تقسیم کر دیتے تھے۔ (ابن عساکر ج ۲ ص ۳۱۲)

صدقات و خیرات کے علاوہ بھی آپ بڑے فیاض اور سیر چشم تھے، شعراء کو بڑی بڑی رقمیں دے ڈالتے تھے، حضرت حسنؓ بھی فیاض تھے، لیکن آپ کی فیاضی برمحل اور مستحق اشخاص کے لئے ہوتی تھی، اس لئے ان کو حضرت حسینؓ کی بے محل فیاضیاں پسند نہ آتی تھیں، چنانچہ ایک مرتبہ ان کو اس پر ٹوکا، حضرت حسینؓ نے جواب دیا کہ بہترین مال وہی ہے جس کے ذریعہ سے آبرو بچائی جائے۔ (ایضاً ص ۳۲۲)

آپ کا تواضع

سکینت اور وقار آپ کا خاص وصف تھا، آپ کی مجلس وقار اور متانت کا مرقع ہوتی تھی امیر معاویہؓ نے ایک شخص سے حضرت حسینؓ کی مسجد کا پتہ بتایا کہ جب تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میں داخل ہو تو وہاں لوگوں کو ایک حلقہ نظر آئے گا اس حلقہ میں لوگ ایسے سکون اور خاموشی سے بیٹھے ہوں گے کہ گویا ان کے سر پر چڑیاں بیٹھی ہوئی ہیں، یہ ابو عبداللہ (حسینؓ) کا حلقہ ہوگا۔ (ایضاً)

لیکن اس وقار و سکینہ کے باوجود تمکنت و خود پسندی مطلق نہ تھی اور آپ حد درجہ خاکسار اور متواضع تھے، ادنیٰ ادنیٰ اشخاص سے بے تکلف ملتے تھے، ایک مرتبہ کسی طرف جارہے تھے، راستہ میں کچھ فقراء کھانا کھا رہے تھے، حضرت حسینؓ کو دیکھ کر انہیں بھی مدعو کیا، ان کی درخواست پر آپ فوراً سواری سے اتر پڑے اور کھانے میں شرکت کر کے فرمایا کہ تکبر کرنے والوں کو خدا دوست نہیں رکھتا، اور ان فقراء سے فرمایا کہ میں نے تمہاری دعوت قبول کر لی ہے۔ اس لئے تم بھی میری دعوت قبول کرو اور ان کو گھر لے جا کر کھانا کھلایا۔ ایثار و حق پرستی

آپ کی کتابِ فضائل اخلاق کا نہایت جلی عنوان ہے اس کی مثال کے لئے تنہا واقعہ شہادت کافی ہے کہ حق کی راہ میں سارا کنبہ تہِ تیغ کرادیا لیکن ظالم حکومت کا مقابلہ کرتے رہے۔

حضرت حسنؓ سراپا حلم تھے، آپ کے مزاج میں مطلق گرمی نہ تھی بنو ہاشم اور بنوامیہ میں بہت رقابت تھی، لیکن حضرت حسنؓ نے اس رقابت کو بھی دل سے فراموش کردیا تھا اس کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ بنی امیہ کے مقابلہ میں خلافت سے دست بردار ہوگئے لیکن اس باب میں حضرت حسینؓ کا حال حضرت حسنؓ سے بالکل مختلف تھا۔

بنی امیہ کے مقابلہ میں آپ کسی دست برداری اور مصالحت کو پسند نہیں فرماتے تھے جس پر آپ کی تقریریں شاہد ہیں اسی کا یہ نتیجہ تھا کہ جب امام حسنؓ نے خلافت سے دستبرداری کا ارادہ ظاہر کیا تو حضرت حسینؓ نے نہایت سختی کے ساتھ اس کی مخالفت کی لیکن حضرت حسنؓ نے ان مخالفت کے باوجود اپنا ارادہ نہ بدلا اور خلافت سے دست بردار ہوکر دنیا کو بتلادیا کہ مسلمانون کی خیرخواہی کے مقابلہ میں حکومت سلطنت کی بھی کوئی قیمت نہیں، لیکن حضرت حسینؓ کی یہ مخالفت بھی حق پرستی ہی کا نتیجہ تھی، اس لئے دونوں بزرگوں کے اوصاف، اخلاق کے دو مختلف مظاہر تھے۔

ذاتی حالات اور ذریعہ معاش

حضرت حسینؓ مالی حیثیت سے ہمیشہ فارغ البال رہے اور بہت آرام کے ساتھ زندگی بسر کی، حضرت عمرؓ نے اپنے زمانہ میں ۵ ہزار ماہانہ وظیفہ مقرر کیا تھا، جو حضرت عثمانؓ کے زمانہ تک برابر ملتا رہا، اس کے بعد حضرت حسنؓ نے خلافت سے دستبرداری کے وقت امیر معاویہؓ سے ان کے لئے دو لاکھ سالانہ مقرر کرادیئے تھے، غرض اس حیثیت سے آپ کی زندگی معاشی اعتبار سے اطمنان بخش تھی۔

آپ کا حلیہ مبارک

حضرت امام حسنؓ وحسینؓ دونوں بھائی شکل وصورت میں رسول کریم ﷺ

کے مشابہ تھے۔ (اس کا ذکر حدیث کی متعدد کتابوں میں آیا ہے)

حضرت حسینؓ کی ازواج واولاد

آپ نے مختلف اوقات میں متعدد شادیاں کیں، آپ کی ازواج میں لیلیٰ، حباب، حرار، اور غزالہ تھیں، ان سے متعدد اولادیں ہوئیں، جن میں علی اکبر، عبداللہ اور ایک چھوٹے صاحبزادے واقعہ کربلا میں شہید ہوئے، امام زین العابدین باقی تھے، انہیں سے نسل چلی، صاحبزادیوں میں سکینہ، فاطمہ اور زینب تھیں۔

حضرت حسینؓ کی ازواج میں ایک کا نام یزدگرد شاہ ایران کی لڑکی شہربانوں کا بھی ملتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ حضرت امام زین العابدینؓ ان ہی کے بطن سے تھے، لیکن کسی قدیم مأخذ میں اس کا ذکر نہیں ہے، اس لئے قابل اعتماد نہیں کیا جاسکتا۔

اس طرح گویا حضرت حسینؓ کا ایک ممتاز مقام ومرتبہ تھا جس کا لحاظ سبھی صحابہ فرمایا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ صحیح سمجھ عطا فرمائے اور صحابہ کی محبت کو عام فرمائے۔ والسلام

محمد سرور فاروقی ندوی
دارالعلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ
۲۱/۵/۲۰۲۰ء